Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 02, July-September 2024, **PP**: 322-335
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

سائنسی تفسیر شرعی میزان میں: قائلین ومانعین کے دلائل کا تجزیاتی مطالعہ

Scientific Exegesis within the Parameters of Sharīʻah: An Analytical Study of the Arguments of Proponents and Opponents

1. **Dr. Abdul Rahman** onlyimran2010@gmail.com	*Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat.*
2. **Saad Madni** saadmadni86@gmail.com	*PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Lahore.*

How to Cite: Dr. Abdul Rahman and Saad Madni. 2024: "Scientific Exegesis within the Parameters of Sharīʻah: An Analytical Study of the Arguments of Proponents and Opponents". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (02): 322-335.

Article History: **Received**: 02-09-2024 | **Accepted**: 25-09-2024 | **Published**: 30-09-2024

Copyright: **©The Authors**

Licensing: CC BY — This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

DRJI, Advanced Sciences Index, CiteFactor, Asian Research Index, SCI, Google Scholar, اردو جرائد اشاریہ, تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ, ADL Asian Digital Library, EuroPub

Publisher

HIRA INSTITUTE *of Social Sciences Research & Development*

سائنسی تفسیر شرعی میزان میں: قائلین ومانعین کے دلائل کا تجزیاتی مطالعہ

Scientific Exegesis within the Parameters of Sharīʻah: An Analytical Study of the Arguments of Proponents and Opponents

1. **Dr. Abdul Rahman**
   Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat.
   onlyimran2010@gmail.com

2. **Saad Madni**
   PhD Scholar, Department of Islamic Studies, University of Lahore.
   saadmadni86@gmail.com

Abstract

The Holy Qur'ān, as the final divine revelation, embodies an eternal miracle encompassing intellectual, rational, and spiritual dimensions. Its guidance extends to all spheres of life, providing principles of faith, law, politics, economy, and social order. With the passage of time, scholars have approached the Qur'ān through various interpretive lenses, opening ever-new avenues of research and reflection. Among these approaches, scientific exegesis (al-tafsīr al-ʿilmī) has emerged prominently in the modern era, wherein scholars attempt to interpret Qur'ānic verses in light of contemporary scientific discoveries. This trend, however, has given rise to a significant scholarly debate. Advocates of scientific tafsīr view it as a means to demonstrate the Qur'ān's miraculous nature and its harmony with modern knowledge, while critics argue that such interpretations risk subjecting the divine text to the changing theories of science, thereby undermining its timelessness. This study critically examines the *Sharīʿah* status of scientific exegesis, presenting the arguments of both its proponents and opponents, and evaluates its place within the broader framework of Qur'ānic hermeneutic.

Keywords: *Qur'ān, Scientific Exegesis, Modern, Sharīʿah Parameters.*

تمہید

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو کتب سماویہ میں سب سے آخری کتاب کا درجہ دیا ہے۔ خالق کائنات نے اس میں ایسے اسرار ورموز اور علمی جواہر رکھ دیے ہیں کہ قیامت تک کوئی ان سب کی تلاش کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قرآن مجید خاتم الانبیاء والرسل کا معجزہ خالدہ اور عقلی، ذہنی اور علمی معجزہ ہے۔ علم اللغہ اور علم البیان میں عاجز کر دینے والی کتاب ہے۔ ماضی اور مستقل کی خبریں بیان کرنے میں اس کتاب کا کوئی ثانی نہیں۔ یہ ایسا معجزہ ہے کہ جو امور علمیہ، مسائل کونیہ، قواعد سیاسیہ، قوانین اقتصادیہ، تفصیلات اجتماعیہ، حقوق انسانیہ اور نظم بشریہ سب کی معلومات اپنے اندر سموے ہوئے ہے۔ مخلوق میں رہتی دنیا تک ایسی حیران کن کتاب کوئی لکھنے سے قاصر ہے۔ ہمیشہ کے لیے قرآن اسلام کی معجزاتی کتاب ہے۔ حقانیت اسلام پر دنیا میں باقی رہنے والی دلیل ہے۔ جب سے یہ کتاب نازل ہوئی ہے، تب سے اس پر مختلف جہتوں سے کام ہو رہا ہے، لیکن محققین اور باحثین کے لیے ابھی تک تحقیق کی راہیں کھلی ہیں۔ بلکہ کئی ایک پہلو ایسے باقی ہیں، جن پر کسی نے سیر حاصل کام ہی نہیں کیا۔ قیامت تک یہ کتاب اہل علم کی تحقیقات کا موضوع رہے گی۔

قرآن کریم پر جدید دور میں جن جہتوں پر کچھ تفصیلی کام ہوا ہے، ان میں ایک قرآن کی سائنسی تفسیر ہے جسے عرب علمائے کرام التفسیر العلمی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کچھ سالوں سے کئی ایک علمائے کرام نے التفسیر العلمی پر توجہ کی ہے، پھر جب اس

موضوع کو کچھ پذیرائی ملی تو اہل علم کی ایک جماعت نے اس کا تنقیدی جائزہ لیا اور اسے قرآن کی مذموم تفسیر کہہ دیا، بعض محققین اور مفسرین اس کی تائید میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر ایک فریق نے اپنے نظریات پر تفصیلی دلائل دیے جس کے سبب کچھ وقت سے یہ مسئلہ تحقیق طلب بنا ہوا ہے کہ فریقین کے دلائل کا آخر جائزہ لیا جائے کہ درمیانی اور متعدل بات کیا ہے؟۔ آنے والی سطور میں اسی بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ تفسیر علمی وسائنسی تفسیر کے قائلین کے دلائل کیا ہیں؟ اس کے مخالفین کیا براہین رکھتے ہیں؟ اور پھر فریقین کے دلائل کا تجزیاتی کرنا ہے کہ دلائل کی صورت میں درمیانی اور تحقیقی مؤقف کیا ہے؟

تفسیر: لغوی واصطلاحی مفہوم

اہل لغت لفظ تفسیر کو بیان، وضاحت اور کشف کے معنی میں استعمال کرتے ہیں، جیسا امام ابن فارس رحمہ اللہ کہتے ہیں:

(فَسَرَ) الفاء،والسين، والراء كلمة واحدة تدلُّ على بيانِ شيء وإيضاحه-[1]

فسر ایک ہی کلمہ ہے جو کہ کسی چیز کے بیان اور وضاحت پر دلالت کرتا ہے۔

ابن منظور کے مطابق فسر کا معنی بیان ہے، ضرب یضرب باب سے کسرہ اور نصر ینصر باب سے ضمہ دونوں کے ساتھ آتا ہے۔ فسرہ کا معنی کسی چیز کو ظاہر کرنا ہے، فسر ڈھانپی ہوئی چیز سے پردہ اٹھانا ہے، تفسیر سے مراد مشکل لفظ کی مراد واضح کرنا ہے، واسْتَفْسَرْتُه كذا کا معنی ہے، میں نے اس سے سوال کیا کہ وہ مجھے فلاں بات کی وضاحت کردے۔[2] علامہ آبو البقاء حنفی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تفسیر وضاحت کا مطالبہ کرنا اور کسی چیز کو ظاہر کرنا ہے۔ اصل لفظ کی بہ نسبت آسان لفظ کے ذریعے وضاحت کرنا تفسیر کہلاتا ہے۔[3]

اصطلاح میں قرآن مجید کے معانی کی وضاحت کرنا علم تفسیر کہلاتا ہے۔ اگرچہ بعض اہل علم نے اس میں بعض ایسی باتوں کو بھی شامل کر لیا ہے جو کہ تفسیر کا خالص موضوع نہیں ہے، بلکہ اس میں ممد ومعاون ضرور ثابت ہوسکتے ہیں، اسی طرح بعض اُصولیوں نے علوم القرآن اور تفسیر کو ہم معنی سمجھ لیا ہے، لیکن حقیقت میں تفسیر القرآن کو علوم القرآن کے ایک جزء کی حیثیت حاصل ہے۔ علمائے کرام نے علم تفسیر کی مختلف تعریفات کی ہیں۔ علامہ ابوحیان اندلسی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

التفسير علم يبحث فيه عن كيفية النطق بألفاظ القرآن، ومدلولاتها، وأحكامها الإفرادية والتركيبية، ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب، وتتمات لذلك-[4]

تفسیر وہ علم ہے کہ جس میں الفاظ قرآن کے نطق کی کیفیت، مدلولات، احکام افرادی وترکیبی، حالت ترکیب میں حامل معانی اور تتمات کے بارے میں بحث کی جاتی ہے۔

علامہ برہان الدین زرکشی رحمہ اللہ ایک جگہ پر یہ تعریف کرتے ہیں:

علم يفهم به كتاب الله المنزل على نبيه محمدﷺ وبيان معانيه واستخراج أحكامه وحكمه۔[5]

تفسیر ایسا علم ہے کہ جس کے ذریعے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ کتاب الٰہی کے فہم، معانی کے بیان، نیز احکام اور حکمتوں کے استخراج کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ ابن جزی رحمہ اللہ بایں الفاظ تعریف کرتے ہیں:

ومعنى التفسير: شرح القرآن وبيان معناه، والإفصاح بما يقتضيه بنصه أو إشارته أو فحواه.[6]

تفسیر سے مراد قرآن کی شرح، بیانِ معانی، نیز نص واشارات کے تقاضا کو مدنظر رکھتے ہوئے وضاحت کرنا ہے۔

ما قبل میں کی گئی ہر ایک تعریف پر یہی اعتراض وارد ہوتا ہے کہ ان میں علم تفسیر کے ساتھ دوسرے علوم کو بھی شامل کر دیا گیا ہے، حالانکہ انہیں علوم القرآن میں الگ سے ایک علم کی حیثیت حاصل ہے، البتہ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ ایک جامع ومانع اور انتہائی

مختصر تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ "بیان معاني القرآن الكريم۔"[7] یعنی قرآن کریم کے معانی کی وضاحت تفسیر کہلاتی ہے۔

التفسیر العلمی یعنی سائنسی تفسیر: مفہوم اور حقیقت

التفسیر العلمی اور سائنسی تفسیر ایک جدید اصطلاح ہے جو قرآنی آیات کی ایسی تاویل اور تفسیر کی طرف اشارہ کرنے کا نام ہے، جن سے سائنسی نظریات اور جدید تجرباتی ومشاہداتی تجزیات موافقت رکھتے ہوں۔ البتہ اس کی تفسیر میں علمائے کرام مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ بعض اہل علم نے التفسیر العلمی میں کہا ہے کہ یہ آیت قرآنی کے معانی کی ایسی تفاصیل کو واضح کرنا ہے جن کی صحت سائنسی تجربات اور کائناتی مظاہر سے ثابت ہو۔ معروف مصری محقق ڈاکٹر محمد حسین ذہبی کہتے ہیں:

نريد بالتفسير العلمى: التفسير الذى يُحَكِّم الاصطلاحات العلمية فى عبارات القرآن، ويجتهد فى استخراج مختلف العلوم والآراء الفلسفية منها.[8]

التفسیر العلمی سے ہماری مراد وہ تفسیر ہے، جو عبارات قرآنیہ میں سائنسی اصطلاحات کو ثابت کرے اور قرآن سے مختلف سائنسی نظریات اور فلسفی آرا کے استخراج کی جدوجہد کی جائے۔

المقدمات الاساسیۃ فی علوم القرآن میں اس کی یہ تعریف کی گئی ہے:

والمراد به تفسير الآيات الّتي تتحدّث عن الكون وخلق الإنسان ونحو ذلك، بما توصّل إليه العلم الحديث من اكتشاف واطّلاع على حقائق لم يهتد إليها عموم النّاس من قبل.[9]

التفسیر العلمی سے مراد آیات قرآنیہ کی وہ تفسیر ہے جو جدید سائنسی انکشافات اور وہ حقائق جن سے پہلے عوام الناس واقف نہ ہوں، کے ذریعے کائناتی مظاہر، تخلیق انسانیت کے حقائق اور ان جیسے دیگر علوم پر بحث کرے۔

ڈاکٹر فہد رومی کہتے ہیں کہ عام طور پر التفسیر العلمی کی یہ تفسیر کی جاتی ہے کہ اس سے مراد کسی صورت میں مفسر کا آیات قرآنیہ اور سائنسی تجربات کے مابین ربط قائم کرنے کی کوشش کرنا ہے۔ لیکن زیادہ بہتر تعریف یہ ہو سکتی ہے کہ نصوص قرآنیہ اور سائنسی تجربات کے حقائق کے مابین کو ربط کو واضح کرنا التفسیر العلمی ہے۔[10]

التفسیر العلمی اور الاعجاز العلمی میں فرق

التفسیر العلمی کی بحث میں الاعجاز العلمی پر بات کرنا بھی ضروری ہے، کیونکہ اہل علم کی ایک جماعت دونوں میں فرق ہی نہیں کرتی اور کچھ اہل علم کے مطابق دونوں میں فرق بہر حال موجود ہے۔ اسی لیے الاعجاز العلمی کا معنیٰ ومفہوم ذکر کیا جاتا ہے۔ اصول تفسیر اور علوم قرآن کے ماہر عالم دین ڈاکٹر مساعد الطیار الاعجاز العلمی کی تفسیر بایں الفاظ کرتے ہیں:

الإعجاز العلمي هو إخبار القرآن الكريم أو السُّنَّة النبوية بحقيقة أثبتها العلم التجريبي وثبت عدم إمكانية إدراكها بالوسائل البشرية في زمن الرسول مما يظهر صدقه فيما أخبر به عن ربه سبحانه وتعالى۔[11]

اعجاز علمی سے مراد قران کریم اور سنت نبویہ کی وہ خبریں ہیں، جنہیں سائنسی تجربات نے ثابت کیا ہے، نیز اس کا عہد رسالت میں انسانی وسائل سے ادرک ممکن نہیں ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خبریں بیان کرنے میں صادق ہونا ثابت ہو۔

قرآن وسنت میں سائنسی معجزات سے متعلق پہلی سائنسی عالمی کانفرنس کی طرف سے جاری کردہ سفارشات میں ایک تعریف یہ کی گئی ہے:

أما الإعجاز العلمي فهو: يعني تأكيد الكشوف العلمية الحديثة الثابتة والمستقرة للحقائق الواردة

في القرآن الكريم والسنة المطهرة بأدلة تفيد القطع واليقين باتفاق المتخصصين، وثبت عدم إمكانية إدراكها بالوسائل البشرية في زمن الرسول ﷺ۔[12]

اعجاز علمی سے مراد جدید سائنسی ثابت و مستحکم ایجادات و تجربات سے متعلق قرآن و سنت میں وارد شدہ حقائق کو باتفاق محققین قطعی اور یقینی دلائل سے ثابت کرنا ہے اور عہد رسالت میں انسانی وسائل سے ان حقائق کا عدم ادراک ثابت ہو۔

الاعجاز العلمی کی اس تعریف سے واضح ہو گیا ہے کہ التفسیر العلمی قرآنی آیات کے معانی کا اظہار اور تفاصیل بیان کرنا ہے اور الاعجاز العلمی دراصل قرآن و سنت کی اخبار کو جدید سائنسی تحقیقات و مشاہدات سے ثابت کرنا ہے، نیز اس بات کی وضاحت کرنا ہے کہ وسائل بشریہ کے مطابق عہد رسالت میں ان کا حقائق کا ادراک ممکن نہیں تھا۔ جیسا کہ علامہ زرقانی نے مناہل الفرقان فی علوم القرآن میں اس فرق کی وضاحت کی ہے۔[13] علامہ زرقانی سے تھوڑا سا رامختلف فرق موسوعۃ الاعجاز العلمی فی القرآن والسنہ میں کچھ یوں ہے:

والفرق بين التفسير العلمي والإعجاز العلمي، هوأن التفسير العلمي كشف عن معاني الآية... وثبت عدم إمكانية إدراكها بالوسائل البشرية، في زمن الرسول ﷺ[14]

تفسیر علمی اور اعجاز علمی میں فرق یہ ہے کہ تفسیر علمی سے مراد آیت یا حدیث کا معنی ان حقائق کی روشنی میں بیان کرنا ہے جس کی صحت کائناتی سائنسی علوم سے ثابت ہوئی ہو اور اعجاز علمی سے مراد قرآن کریم اور سنت مطہرہ کا کسی سائنسی حقیقت کے بارے میں خبر دینا ہے جس کو سائنس نے بعد میں ثابت کیا ہے اور عہد رسالت میں بشری وسائل کے تحت اس کا ادرک ممکن نہیں تھا۔

ڈاکٹر زغلول النجار تفسیر علمی اور اعجاز علمی کے درمیان فرق کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إن التفسير العلمي للقرآن الكريم يقصد به أن يوظف أهل كل جيل كل المعارف المتاحة لهم في حسن فهم دلالة القرآن الكريم... وقبل عشرات السنين فقط[15]

تفسیر العلمی کا مقصود ہر دور میں قرآن کی دلالت کو اچھی طرح سمجھنے میں تمام علوم موجودہ سے مدد حاصل کرنا ہے۔ اور اعجاز علمی میں ہم صرف ثابت شدہ سائنسی حقائق کو بروئے کار لاسکتے ہیں، کیونکہ اعجاز علمی سے ہمارا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہم مسلم یا غیر مسلم کو ثابت کریں کہ کائناتی حقائق پر مشتمل یہ قرآن کریم اُمی نبی پر ایک ناخواندہ اُمت میں 1400 سال پہلے نازل ہوا ہے اور ان حقائق کی معرفت سخت محنت و کوشش کے بعد صرف چند سال پہلے انسان نے حاصل کی ہے۔

ڈاکٹر محمد جبریل اپنی کتاب "عنایۃ المسلمین بابراز وجوہ الإعجاز فی القران کریم" اس قول پر یوں تبصرہ کرتے ہیں کہ جب ہم اس قول کے ساتھ موافقت کرتے ہیں تو ہمیں اس موافقت سے پہلے ایک احتیاط کرنی چاہیے وہ کہ اس قسم کی تفسیر کرنے والے مفسر یا ہر مفسر کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی عبارت اس انداز سے بیان کرے کہ اس سے معلوم ہو کہ آیات سے تمام تفسیری وسائل کو بروئے کار لانے کے بعد یہ فہم اُسے حاصل ہوا ہے اور وہ قطعی طور پر یہ دعویٰ نہ کرے کہ جو کچھ اس نے سمجھا وہ ہی اللہ کی مراد ہے۔[16]

التفسیر العلمی کے مانعین کا مؤقف اور دلائل

اہل علم نے ایک جماعت کا کہنا ہے کہ التفسیر العلمی کا شمار تفسیر بالرائے مذموم میں ہوتا ہے، لہذا قرآن کی اس انداز سے تفسیر کرنا جائز نہیں ہے۔ ان میں علامہ ابوحیان اندلسی، امام شاطبی، شیخ الازہر محمود شلتوت، ڈاکٹر امین خولی، سید قطب شہید اور دیگر علمائے کرام

کے نام شامل ہیں۔ اس گروہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

دلیل اوّل

قرآن مجید کتاب ہدایت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس لیے قرآن کو نازل نہیں کیا ہے کہ وہ نظریات علوم، دقائق فنون اور انواع معارف پر بحث کرے، کیونکہ قرآن مجید کا ہدف صرف ان علمی حقائق کو بیان کرنا نہیں تھا، بلکہ وہ مقصد تو ان سے کہیں بڑھ کر ہے، وہ ہدایت اور مخلوق کے لیے ایمان باللہ اور ایک اللہ کی عبادت کے دلائل فراہم کرنا ہے۔[17] جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

طس تِلْكَ آيَاتُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ ۔ هُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ[18]

یہ قرآن کی آیات اور کتاب مبین ہے جو کہ مومنین کے لیے ہدایت اور بشارت ہے۔

دلیل دوم

قرآن مجید تو بلاغت کے اعلیٰ درجات کو شامل ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ قرآن مجید ہر ایسے علوم اور الفاظ کو شامل ہے، جن کے معانی کی وضاحت کی جائے تو اس سے یہ اعتراض لازم آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن ان لوگوں کی طرف نازل کیا، جن کے معانی سے لوگ واقف ہی نہیں تھے اور یہ قرآن کی بلاغت کے بالکل خلاف بات ہے۔[19]

دلیل سوم

قرآن وحدیث کی سائنسی تفسیر اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ ہر زماں و مکاں میں سائنسی علوم اور تجرباتی حقائق کے ساتھ ساتھ چلے۔ حالانکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ سائنسی تحقیقات اور تجربات میں کوئی بڑے سے بڑا تجربہ حرف آخر نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ عرصہ بعد سائنسی تجربات ہی پہلے حقائق و تجزیات کو رد کر دیتے ہیں۔ الغرض ان میں آئے روز تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں۔ سائنسی ماہرین کو بھی اس رائے سے حرف حرف اتفاق ہے۔ کیونکہ مادی علوم کسی بھی طرح حقائق کا مکمل علم نہیں دیتے، بلکہ وہ تو ان حقائق کے جزئیات پر کچھ جانکاری حاصل کر لیتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں قرآنی حقائق صدیوں سے ایک ہی طرح چلے آرہے ہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہیں، کیونکہ حقائق الٰہیہ حقائق کے کلیات کو شامل ہوتے ہیں اور یہ قرآن بھی اس ذات کی طرف سے نازل شدہ ہے، جس کا علم ہر چیز کو احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ کیونکہ اس ذات نے ہر چیز کے حوالے سے جو خبر دی ہے، وہ حرف آخر اور حتمی تحقیق ہے، اس میں کسی قسم کے رد وبدل یا کمی وبیشی کی گنجائش نہیں ہے۔[20]

دلیل چہارم

التفسیر العلمی اپنے قائلین کو خواہ مخواہ تکلف والی تفسیر کرنے اور مفروضات پر مجبور کرتی ہے۔ ایسے بے ثبات نظریات کا قائل بناتی ہے جو کچھ وقت تک رہیں گے، پھر ان کے مخالف نظریہ آجائے گا۔[21]

دلیل پنجم

سائنسی تفسیر کے قائلین کا کہنا ہے کہ تفسیر میں سائنسی تحقیقات سے مطلق طور پر استفادہ کیا جائے گا۔ ہم سائنس حقائق کو قرآن پر پیش نہیں کریں گے۔ بلکہ قرآنی آیات کی ہر زمانے میں ایسی تفسیر کریں گے جو عصر حاضر کی سائنسی تحقیقات سے موافق ہو جائے۔ جب ایک زمانے کے گزرنے کے بعد سائنسی تحقیق میں کوئی تبدیل اور تغیر آئے گا تو ہم قرآن کی نئی ایک تفسیر کریں گے جو موجودہ سائنسی تحقیق سے عین مطابق ہو گی۔[22] اس کے جواب میں مانعین کا کہنا ہے کہ قائلین کے اس مؤقف کی کمزوری الفاظ ہی سے

ظاہر ہے کہ جب ایک زمانہ گزرنے کے بعد نئی سائنسی تحقیق گزشتہ سائنسی تحقیق کو رڈ کرے گی اور اسے غلط ثابت کر دے گی تو کیا جو پہلے قرآن کی تفسیر سائنسی تحقیق کے عین مطابق کی گئی تھی، وہ غلط ہونے کے سبب ردّ کر دی جائے گی اور یہ تو قرآن کی حقانیت پر سوالیہ نشان کھڑا کر دینے والی بات ہے۔

دلیل ششم

بلاشک وشبہ سائنسی تفسیر انحراف کا سبب بنتی ہے۔ کیونکہ معاصرین میں جن محققین نے اس حوالے سے کام کیا ہے تو انہوں نے قرآن اور سائنسی تحقیق کے باہمی موافق نظریات کو مخالف سمجھ لیا اور پھر قرآن کی ایسی مذموم تفسیر کی جو ان کے قرآن فہمی کے سقم کو واضح کر رہی تھی، اس طرح اگر قرآن اور سائنسی تحقیق کے باہمی متضاد اور مخالف نظریات تھے تو انہوں نے اسے موافق سمجھ لیا اور قرآن کا جو مدعا تھا ہی نہیں، وہ بیان کر کے قرآن کی تفسیر کر ڈالی۔[23]

دلیل ہفتم

التفسیر العلمی کا فکری زاویہ مفسر کو اس منہج پر مجبور کرتا ہے کہ وہ اس تفسیری انداز میں اس حد بندی سے تجاوز کر جائے، جس کا نص قرآنی کے الفاظ متحمل ہی نہیں ہوتے۔ کیونکہ سائنسی تفسیر کرنے والے کو تو اس بات کی جلدی ہوتی ہے کہ وہ کسی طرح سے سائنسی تحقیق اور قرآنی آیت کے درمیان مطابقت پیدا کر دے، خواہ وہ اس جلد بازی میں غیر شرعی انداز ہی اختیار کر لے۔[24]

دلیل ہشتم

عالم دنیا کے سامنے جو بھی سائنسی حقائق منظر عام پر آئے ہیں، ان میں ہمیشہ سے تغیر و تبدل اور تعدیل و تنقیص کی گنجائش باقی رہی ہے۔ بلکہ بعض اوقات تو نئی آنے والی تحقیق پہلی سائنسی تحقیق کو سو فیصد ردّ کر دیتی ہے اور اس کے بالکل برعکس نظریہ پیش کرتی ہے۔ اب دوسری طرف قرآنی حقائق جو حرف آخر ہیں، چودہ صدیوں میں ان میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ لہٰذا اہم حتمی حقائق کو کس طرح مجروح حقائق کے ساتھ معلق کر سکتے ہیں۔[25] اسی لیے تو شیخ الازہر ڈاکٹر محمود شلتوت اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

> وعلى هذا يمكن أن يقال: أن التفسيرالعلمي للقرآن مرفوض إذا اعتمد على النظريات العلمية التي لم تثبت ولم تستقر ولم تصل إلى درجة الحقيقة العلمية.ومرفوض إذا خرج بالقرآن عن لغته العربية.ومرفوض إذا صدر عن خلفية تعتمد العلم أصلاً وتجعل القرآن تبعاً.ومرفوض إذا خالف ما دل عليه القرآن في موضع آخر أو دلت عليه السنة الصحيحة[26]

> اس بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ درج ذیل صورتوں میں سائنسی تفسیر قابل ردّ سمجھی جائے گی۔ جب اس میں بے ثبات، غیر مستقر اور ابھی تک تحقیقی اور حتمی نتیجے تک نہ پہنچنے والے سائنسی نظریات پر اعتماد کیا گیا ہو۔ جو سائنسی تفسیر قرآن کو لغت عرب سے خارج کر دے۔ جب اس سائنسی تفسیر کے پس منظر میں ایسی فکر پر اعتماد کیا گیا ہو کہ قرآن مجید سائنسی تحقیقات کے تابع ہے۔ جب اس سائنسی تفسیر کی قرآن کا ایک دوسرا مقام اور صحیح حدیث مخالفت کر رہا ہو۔

التفسیر العلمی کے قائلین کا مؤقف اور دلائل

التفسیر العلمی کے قائلین میں امام غزالی، مفسر فخر الدین رازی، علامہ زرکشی، حافظ سیوطی، امام بیضاوی، نظام الدین نیشاپوری، علامہ محمود شکری آلوسی، شیخ طنطاوی جوہری، علامہ محمد مصطفیٰ مراغی، علامہ محمد بن احمد اسکندرانی، محمد فرید وجدی، علامہ مصطفی صادق

رافعی، علامہ عبد الرحمن کواکبی اور علامہ جمال الدین قاسمی وغیرہم شامل ہیں۔ یہ گروہ اپنے مؤقف کی تائید میں درج ذیل دلائل دیتا ہے:

دلیل اوّل

بعض قرآنی آیات کے ظاہری عموم سے استدلال کیا جاتا ہے، جیسا کہ فرمان باری تعالی ہے:

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ[27]

ہم نے اس کتاب میں کسی شے کی کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

نیز فرمان ربانی ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ۔[28]

اور اے محبوب تمہیں ان سب پر شاہد بنا کر لائیں گے اور ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔

اس فریق کا استدلال یہ ہے کہ اس آیت میں لفظ "کتاب" سے مراد لوح محفوظ ہے اور اس کے عموم میں تمام علوم داخل ہیں۔ جب التفسیر العلمی بھی علم ہی کی ایک قسم ہے تو اس کے جواز میں بھی کوئی کلام نہیں ہونا چاہیے۔

دلیل دوم

بعض احادیث و آثار کے ظاہری عموم سے استدلال کیا جاتا ہے، جیسا صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے گدھے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا: مجھ پر اس حوالے سے کچھ بھی نازل نہیں کیا گیا، سوائے ان آیات کے: فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ . وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ۔[29] اس فریق کا کہنا ہے کہ اس نص قرآنی کے عموم میں جو بھی داخل ہے، اس بارے میں یہی کہا جائے گا کہ قرآن بطور نص اس پر دلالت کرتا ہے۔[30]

دلیل سوم

سلف صالحین سے بعض ایسے آثار بھی ملتے ہیں جو سائنسی تفسیر کے جواز کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جیسا سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من أراد خير الأولين والآخرين فليثور القرآن، فإن فيه خير الأولين والآخرين۔[31]

جو تحصیل علم کا ارادہ رکھے تو وہ قرآن کو باریک بینی سے پڑھے، کیونکہ اس میں اولین و آخرین دونوں کا علم ہے۔

دلیل چہارم

بلاشبہ قرآن مجید قیامت تک اقوام عالم کے لیے حجت بالغہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اعجاز علمی اور تفسیر دو ایسے طرز استدلال ہیں، جن کے لیے ذریعے ہم قرآن سے ہی ایسے دلائل نکال سکتے ہیں، جو بعض ملحدوں کے اعتراضات کا تسلی بخش جواب بن سکتے ہیں۔ جہاں وہ قرآن میں عقلی اعتراضات کر کے شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں تو ہم انہی کے انداز میں کافی وشافی جواب انہیں دے سکتے ہیں۔

دلیل پنجم

بعض اوقات جدید علوم بعض قرآنی آیات کے صحیح فہم کے لیے ضروری ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے لیے یہاں شریعت نے کوئی قید اور پابندی نہیں لگائی کہ قرآنی آیات کے فہم کے لیے ہر صورت قدیم علوم پر اکتفا کرنا ہی ضروری ہے۔ خاص طور پر جب ایک قرآنی آیت کے کئی ایک معانی سامنے آ رہے ہوں اور تفسیر میں ترجیحی قواعد کی روشنی میں ایک معنیٰ کو ترجیح دیا جائے گا تو اس وقت لازمی طور

پر سائنسی علم اس میں ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے کہ جس معانی کا مؤید سائنسی نظریہ ہو گا تو اس کو ایک خارجی قرینہ سمجھ کر اسی معانی کو ترجیح دی جائے گی۔[32]

دلیل ششم

سائنسی تفسیر کا جواز فراہم کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب میں آسمان و زمین کے احوال، رات و دن کے بدلنے، روشنی و اندھیرے کی کیفیات اور شمس و قمر کی حالتوں کو مختلف سورتوں میں تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اگر ان ساری تخلیقات کے احوال و کیفیات میں غور و فکر اور بحث جائزنہ ہوتا تو کبھی اللہ تعالیٰ ان ساری تخلیقات کے تذکروں سے اپنی کتاب کو نہ بھرتا، ان کے بیان کا صرف یہی نمایاں مقصد نظر آتا ہے کہ ان میں غور و فکر کرو اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت کا جائزہ لو۔[33]

دلیل ہفتم

قرآن کریم میں بہت سی آیات کونیہ کا ذکر ہے۔ اب اگر عصر حاضر میں سائنسی تحقیقات و نظریات کی روشنی میں ان قرآنی آیات کا فہم حاصل کیا جائے تو اس دور کے تقاضوں کے عین مطابق الدعوۃ الی اللہ کا کام بہت آسان اور مؤثر ہو جائے گا۔[34]

دلیل ہشتم

جب سائنسی تفسیر کے فوائد اس دور میں متحقق ہو چکے ہیں تو یہ منفعتیں خود اس علم کے جواز پر سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ وہ یقینی فوائد درج ذیل ہیں:

- قرآن مجید اور سائنسی تحقیقات کے مابین اگر تطبیق اور موافقت کی تلاش پر محنت کی جائے گی تو لازمی طور پر دور حاضر کے مطابق جدید اعجاز القرآن سامنے آئیں گے۔
- اہل مغرب چونکہ سائنس کی تحقیقات کو بہت اہمیت دیتے ہیں تو غیر مسلموں کی اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے اگر سائنسی تفسیر کی جائے گی تو یہ ان پر اقامت حجت اور نہایت مؤثر ہو گی۔
- قرآن کے اسرار و رموز کو جب سائنسی تحقیقات و نظریات کی مدد سے آشکارا کیا جائے گا تو اس سے لوگوں کے دل ایمان کے لحاظ سے عظمت الٰہی اور قدرت الٰہی سے بھر جائیں گے۔[35]

التفسیر العلمی کے قائلین ومانعین کے نظریات کا جائزہ اور مؤقف اعتدال

قائلین و مانعین کے دلائل کا اگر تحقیقی نگاہ سے جائزہ لیا جائے تو بالکل واضح ہے کہ جھٹ سے ہم ایک ہی مؤقف کو درست اور دوسرے کو کلی طور پر رڈ نہیں کر سکتے۔ خاص طور پر ایسی صورت میں جب دونوں طرف اہل علم اور محققین کی کثیر تعداد موجود ہے۔ نیز فریقین میں سے ہر کوئی قرآن کریم کی حقانیت اور اسلام کی نشر و اشاعت کا خواہاں ہے۔ اب جس گروہ نے سائنسی تفسیر کی تائید کی ہے، وہ بھی دراصل اقوام عالم پر یہی بات واضح کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم کوئی مفروضات کی کتاب نہیں، بلکہ منزل من اللہ ہے۔ نیز اس بات کو عقلی براہین سے دنیا پر منکشف کریں کہ یہ کتاب اس کے خالق و مالک کی طرف سے نازل شدہ ہے جس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ اس فریق کی دراصل کوشش یہ ہے کہ اس دور میں لوگوں کا ایک بڑا گروہ سائنسی تحقیقات کے سحر میں مبتلا ہے۔ اب دنیا کے سامنے جس تحقیق کو بھی ثابت کرنا ہے تو سائنسی تحقیقات کا لازمی سہارا لیا جائے اور اس کی تائید کو حاصل کیا جائے۔ اب اس گروہ نے یہ اقدام کیا ہے کہ قرآن کی تحقیقات تو بلاشبہ حق و سچ ہیں اور اس میں کوئی شک کی گنجائش نہیں۔ اب ہم قرآن کی ضرور ایسی تفسیر کریں جس کو سائنسدان بھی

آسانی سے ردّ نہ کر سکیں بلکہ وہ اس کی طرف راغب ہوں اور اس کتاب کی حقانیت کو تسلیم کریں۔ دوسری طرف سائنسی تفسیر کے مخالفین ومانعین کا کہنا ہے کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ قرآن کریم نے تفکر و تدبر کی حمایت، بلکہ اس کا حکم دیا ہے۔ قرآن کریم نے جدید سے جدید تر تحقیقات کی طرف جانے والے راستے میں رکاوٹ کھڑی نہیں کی۔ لیکن صرف یہ بات قابل اعتراض اور باعث نقد ہے کہ سائنسی تحقیقات و نظریات میں تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ اب جب قرآن کی ایک سائنسی تفسیر ایک سائنسی تحقیق کے مطابق ہوئی۔ پھر اس سائنسی تحقیق پر اعتراضات کھڑے ہوئے اور اس کو رڈ کر کے نئے نکتہ نظر کی حمایت کر دی گئی تو لازمی طور پر قرآن کی تحقیق بھی رد ہو جائے گی اور پھر نئے سائنسی نظریے کے مطابق ایک نئی تفسیر کرنی لازم ہو جائے گی تو اس طرح ہم قرآن کریم جیسی باشرف کتاب کو ایسے گھومنے والے پہیے کے ساتھ نہیں باندھ سکتے کہ جو مضامین قرآن کو بس گھماتا ہی پھرے۔[36] دوسرا سائنس جو بھی تحقیق پیش کرے تو لازم ہی نہیں آتا کہ اس کی اصل ضرور قرآن مجید میں موجود ہو۔ کیونکہ قرآن کریم کے نزول کا اصل مقصد یہ ہے ہی نہیں۔ بلکہ مسلمان پر تو یہ لازم ہے کہ وہ اعتقاد رکھے کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا سچا کلام ہے اور کائنات اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور کلام میں تضاد ممکن ہی نہیں، یہ صرف لوگوں کی سوچ و فکر کا نقص ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قرآن کے مضامین پر یقین رکھنا تو لازم ہے، لیکن مضامین قرآن کا سائنسی تحقیقات کے ساتھ مقارنہ اور ربط پیش کرنا کسی پر لازم نہیں ہے یہ محض ایک تکلف ہے۔

ایک اہم قاعدہ اور تجزیہ

یہاں ایک ضابطہ مد نظر رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم میں کوئی بھی ایسی صریح نص نہیں ہے جو کسی ثابت شدہ صحیح تحقیق کے برعکس ہو۔ جب کوئی قرآنی نص کو علمی تحقیق کے خلاف کہتا ہے، ایسی صورت میں یا تو وہ قرآنی نص کا صحیح معنیٰ نہیں سمجھ سکا اور یا علمی تحقیق کا صحیح فہم اسے حاصل نہیں ہو سکا۔ اب جو بھی قرآن کو سائنسی تحقیق کے خلاف کہتا ہے یا تو قرآنی نص کو نہیں سمجھ سکا یا پھر وہ تخلیق کائنات میں تفکر و تدبر سے صحیح نتیجہ و تحقیق سامنے نہیں لا سکا۔ لہٰذا جب بھی کوئی دنیاوی تحقیق قرآن سے متصادم ہو تو اس میں درج ذیل احتمالات ہو سکتے ہیں:

- یا تو سائنس کی تحقیق ابھی تک تک اس مرحلے تک پہنچی ہی نہیں جس پر یقین کی حد تک اعتماد کیا گیا ہو۔ وہ کسی کا خیال اور جاری شدہ تحقیق ہو سکتی ہے۔
- یا وہ دینی نص غیر صحیح (ضعیف حدیث) ہو سکتی ہے جس کے ساتھ اس کو ربط دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔
- یا نص قرآنی یا صحیح حدیث سے جو مفہوم سمجھا اور اخذ کیا گیا ہے، وہ غلط ہے۔ نیز عبارات قرآنیہ کی تعبیر جدید اصطلاحات سے کی گئی ہو گی جو کہ نص قرآنی کا مقصد ہی نہیں ہوتا۔

جب یہ بات واضح ہے کہ قرآن کریم قطعی الثبوت اور قطعی الدلالہ ہے تو کیسے وہ حقیقت کے برعکس ہو سکتا ہے۔ یقینی طور پر اس کا وجود ہی نہیں اور نہ ہی ایسا ہونا ممکن ہے۔ یہاں دو نہایت اہمیت کی حامل باتوں پر غور و فکر کرنا ضروری ہے:

- قرآن کریم اور کائنات سے متعلق صحیح سائنسی تحقیق کے درمیان کسی بھی طرح تعارض و تناقض ہو ہی نہیں سکتا۔ قرآن کی وہ بات صریح الدلالہ ہو یا تحقیق و بحث اور مشاہدہ سے علم یقین حاصل کر لے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ کائنات کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی فعلی قدرت ہے اور اس کی کارگری کا شاہکار ہے، دوسری طرف قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کا کلام اور فعل آپس میں کیسے متناقض و متعارض ہو سکتے ہیں؟
- قرآن مجید بنیادی طور پر کتاب ہدایت ہے اور اسے اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لیے نازل کیا ہے اور یہ انسانیت کو

اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے والی کتاب ہے۔ اب اگر قرآن صحیح سائنسی تحقیق کی مخالفت کرتا ہے اور کائنات سے متعلق غلط مشاہدہ کی طرف اشارہ کرتا ہے تو کیوں کر اور کیسے کتابِ ہدایت ہو سکتی ہے؟

لہٰذا ضروری ہے کہ ایسے اعتدال والے مؤقف کی طرف جایا جائے اور اس کا علم و تحقیق سے سراغ لگایا جائے کہ دونوں فریقوں کی عمدہ اور مفید تحقیقات سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ جہاں نظریات میں کچھ سقم ہے اس کی نشاندہی کی جائے۔ اسی طرح فریقین کے مؤقف میں جہاں تشدد اور تساہل ہے، اس کو بھی نمایاں کیا جائے اور فریقین کی تحقیقات میں جو بھی عمدہ اور مدلل نظریات ہیں، ان کو بھی الگ کیا جائے۔ تاکہ اس بحث کا کوئی منطقی اور حتمی نتیجہ سامنے آسکے۔ لہٰذا راجح مؤقف یہی ہے کہ کچھ حدود و قیود اور شرائط کا خیال کرتے ہوئے قرآن کریم کی التفسیر العلمی جائز اور درست ہے، بلکہ قابل تحسین امر ہے۔

سائنسی تفسیر کی جائز صورت کے لیے قواعد وضوابط

سائنسی تفسیر کے جواز کی درج ذیل شرائط ہیں:

1. سائنسی تفسیر میں راہِ راست سے بھٹک جانے کے خطرات بہت ہیں، اس لیے اس میں بہت زیادہ احتیاط اور خوف سے کام لینا چاہیے اور سائنسی تفسیر لکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ دینی اور دنیاوی دونوں علوم سے بہرہ مند ہو۔ وہ صرف دنیاوی علوم پر اکتفانہ کرے، کیونکہ قرآن کے معانی ومفاہیم بیان کرنا سب سے زیادہ سنگین عمل ہے۔
2. قرآن کریم ہدایت کی کتاب ہے اور قرآن اسی کے لیے نازل ہوا ہے۔ قرآن کا اصل مقصد یہ نہیں کہ وہ دنیاوی علوم کی تفاصیل بیان کرے بلکہ یہ لوگوں کے اجتہاد کے سپرد کر دیا گیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا تھا: دنیاوی معاملات تم جانو اور دینی معاملات میں مجھ سے پوچھو۔ لیکن اس کے باوجود قرآن میں توجہ مبذول کرانے والی سائنسی معلومات موجود ہیں جو متشکک کے دل میں یقین پیدا کرنے کا سبب بن سکتی ہیں اور مؤمن کا ایمان بڑھا دیتی ہیں۔ قرآن کریم فرد و معاشرے کی سلامتی وسعادت کے لیے کامل منہج ہے اور اس میں ایسی قابل توجہ باتیں ہیں جو عقل کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتی ہیں اور انسان یہ ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے وحی ہے، بعض کائناتی اور بعض طبعی باتیں ہیں جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئیں تاکہ یہ قیامت تک کے لیے معجزہ رہیں، جو ایمان باللہ کو مضبوط کریں اور مومن کے ایمان بالکتاب میں اضافے کا سبب بنیں اور اس بات پر یقین پختہ کر دیں کہ نبی کریم ﷺ اللہ کی طرف سے برحق پیغمبر ہیں۔
3. جب قرآن کریم کسی سائنسی نظریہ کی طرف اشارہ کرتا ہے تو قرآن کریم اسے ایک ایسے اسلوب میں بیان کرتا ہے جو کبھی بھی کسی سائنسی ثابت شدہ حقیقت کے معارض نہیں ہوتا اور یہ بدیہی امر ہے کیونکہ قرآن کریم اللہ کا قول اور کائنات اللہ کا فعل ہے اور یہ ناممکن ہے کہ اللہ کے قول اور فعل میں کوئی تعارض ہو۔
4. ہم پر واجب ہے کہ قرآن کریم کے بیان کی حقیقت تسلیم کریں اور جن جدید ایجادات کی قرآن موافقت کرے تو ہم اسے قبول کریں گے۔ اس کا معنی یہ نہیں کہ ہم قرآن کریم کو سائنسی علوم سے ثابت کرتے ہیں بلکہ سائنسی علوم اس امر کے محتاج ہیں کہ ان کو قرآن کریم سے ثابت کیا جائے اور ان کے لیے قرآن سے دلیل تلاش کی جائے کیونکہ قرآن تمام دنیاوی علوم سے زیادہ سچا علم ہے اور باقی علوم کو ایجاد کرنے والا انسان اور قرآن کریم کا قائل خود اللہ رب العالمین ہیں۔
5. یہ جائز نہیں کہ قرآن کے الفاظ کے حقیقی معنی کو بغیر قوی قرائن کے چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف رجوع کیا جائے۔ وہ علمائے کرام جنھوں نے بغیر قوی قرائن کے مجازی معنی لیا ہے، وہ بڑی بڑی غلطیوں کا ارتکاب کر چکے ہیں اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ

جب اس قاعدہ کو من وعن بروکار لایا جائے گا، تب قرآن اور سائنسی علوم کے درمیان موافقت تامہ ہوگی۔

6. وہ سائنسی حقائق سائنسی تفسیر میں معتبر ہیں جن میں تغیر و تبدل کا امکان نہ ہو۔ وہ نظریات جو زیر تجربہ یا قابل تغییر ہوں تو اس کا سائنسی تفسیر میں کوئی اعتبار نہیں، کیونکہ قرآنی آیات نہ تبدیل ہونے والے حقائق ہیں تو اس کی تفسیر بھی ان حقائق سے کی جائے گی جو ثابت شدہ اور ناقابل تغییر ہوں۔
7. نزول قرآن کے وقت قرآنی الفاظ جن معانی میں مستعمل تھے، ان معانی کا لحاظ رکھا جائے گا اور اس ترقی سے بچا جائے جو عہد نبوی کے بعد آئی ہے۔
8. کسی نحوی قاعدے سے چھٹکارا حاصل نہیں کیا جائے گا، کیونکہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے، وہ ان قواعد اور دلالات ہی کے مطابق ہے جن کو عرب جانتے تھے۔
9. اسلوب بلاغی کا اپنی متعدد صورتوں کے ساتھ لحاظ رکھنا ضروری ہے۔
10. اسلوب قرآنی کے خصائص میں سے یہ ہے کہ وہ ایک سے زیادہ معانی کا احتمال رکھتا ہے، علمی طور یہ بات متروک ہے کہ کسی مرجح کے بغیر اسلوب قرآن کو یک معنی پر محمول کیا جائے۔
11. کسی سائنسی موضوع کے متعلق تمام قرآنی آیات کو جمع کرنا ضروری ہے، بلکہ ہر اس آیت کو بھی جس کی اس موضوع کے ساتھ ادنی سی بھی مناسبت ہو، کیونکہ بہت سی قرآن آیات کا فہم متعلقہ آیات کے فہم کے بغیر ممکن نہیں۔
12. سائنسی تفسیر کرنے والے کے لیے اسباب نزول، ناسخ و منسوخ کا فہم، آیات قرآنی میں خاص وعام، مطلق ومقید اور مجمل و مفصل کے درمیان فرق کا فہم حاصل کرنا لازم ہے۔
13. رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین حتی کہ موجودہ دور کے مفسرین کے اقوال کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے۔
14. قرآنی آیت کے متعلق تمام صحیح قراءت جمع کرنا لازم ہے۔
15. ایک موضوع کے متعلق تمام نصوص قرانی کو جمع کیا جائے، اسی طرح موضوع کے متعلق احادیث صحیحہ کو یکجا کیا جائے۔
16. کائناتی نظریہ کے متعلقہ آیت کے سیاق وسباق کا لحاظ رکھا جائے۔
17. قاعدہ: "العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب" کا لحاظ رکھا جائے۔
18. قرآنی آیت کی سائنسی نظریہ کے ساتھ موافقت میں تکلف سے کام نہ لیا جائے۔
19. غیبی امور میں غور وخوض سے اجتناب کیا جائے اور اس میں وارد نصوص صحیحہ کو من وعن تسلیم کیا جائے۔

نتائج بحث

مذکورہ تحقیق کے نتائج درج ذیل نکات کی صورت میں بیان کیے جاسکتے ہیں:

- سائنسی تفسیر معاصر تفاسیر کی ایک قسم ہے۔ اس مراد سے سائنسی تجربات اور نظریات پر اعتماد کرنا ہے۔
- التفسیر العلمی اور الاعجاز العلمی کے قائلین ومانعین کے درمیان اختلاف قرآن کی سائنسی تفسیر کے بارے میں ہے، اعجاز علمی کے بارے میں نہیں ہے۔ قرآن مجید کی سائنسی قابل بحث اور مناقشہ ہے اور اعجاز علمی ایک مسلم معاملہ ہے اس میں کوئی نزاع نہیں۔
- اعجاز علمی سے مراد قران کریم اور سنت نبویہ کی وہ خبریں ہیں، جنہیں سائنسی تجربات نے ثابت کیا ہے، نیز اس کا عہد رسالت

میں انسانی وسائل سے ادراک ممکن نہیں ہو اور اس سے اللہ تعالیٰ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ کا خبریں بیان کرنے میں صادق ہونا ثابت ہو۔

- تفسیر علمی کے اہم ترین ضوابط میں سے یہ بات شامل ہے کہ صرف یقینی اور حتمی نتیجہ کو پہنچی سائنسی تحقیقات کے ذریعے ہی قرآن کی تفسیر کی جائے جو سائنسی تحقیقات و تجربات زیر غور اور زیر بحث ہیں، ان کے مطابق سائنسی تفسیر نہ کی جائے۔
- سائنسی تفسیر کو اگر بغیر شرائط و ضوابط کے کیا جائے تو اس میں گمراہی کا خطرہ بھی ہے اور اگر اسے احتیاط اور قواعد و ضوابط کی حدود میں رہ کیا جائے گا تو یہ قابل تحسین امر ہے، کیونکہ بعض لوگوں کے لیے یہ قبول اسلام کا ذریعہ بن سکتا ہے اور بعض انکشافات سے اللہ تعالیٰ پر ایمان مضبوط ہوتا ہے اور شک دور ہو جاتا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 ابن فارس، ابو الحسین احمد بن فارس، مقاييس اللغة، (بیروت: دار الفکر، 1979ء)، 4/504۔

2 ابن منظور، محمد بن مکرم بن علی، لسان العرب، (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، 5/55۔

3 ابو البقاء الحسینی، ایوب بن موسیٰ، الکيات معجم فی المصطلحات والفروق اللغوية، (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، سن ندارد)، ص260۔

4 اثیر الدین، ابو حیان محمد بن یوسف، البحر المحيط فی التفسير، (بیروت: دار الفکر، 1420ھ)، 1/26۔

5 الزرکشی، محمد بن عبد اللہ، البرہان فی علوم القرآن، (بیروت: دار المعرفۃ، 1957ء)، 2/174۔

6 ابن جزی، محمد بن احمد بن محمد، التسهيل لعلوم التنزيل، (قاہرۃ: شرکۃ دار الارقم، 1416ھ)، 1/15۔

7 ابن عثیمین، محمد بن صالح، اصول فی التفسير، (سعودیۃ: المکتبۃ الاسلامیۃ، 2001ء)، ص23۔

8 الذہبی، محمد سید حسین، التفسير والمفسرون، (قاہرۃ: مکتبۃ وھبۃ، سن ندارد)، 2/349۔

9 عبد اللہ بن یوسف جدیع، علامہ، المقدمات الاساسية فی علوم القرآن، (برطانیہ: مرکز البحوث الاسلامیہ 2001ء)، ص390۔

10 فہد بن عبد الرحمن رومی، ڈاکٹر، دراسات فی علوم القرآن، (سعودیۃ: مرکز تفسیر للدراسات القرآنیہ، 2005ء)، ص290۔

11 مجموعۃ العلماء، الموسوعة القرآنية المتخصصة، (مصر: المجلس الاعلی للشؤون الاسلامیہ، 2002ء)، ص692۔

12 تفصیل کے لیے دیکھیں: وعلان، عبد المجید بن محمد، ڈاکٹر، الآيات الكونيه دراسة نقديه، (قاہرۃ: مکتبہ وھبۃ، سن ندارد)، ص129۔

13 الزرقانی، محمد عبد العظیم، مناہل الفرقان فی علوم القرآن، (مصر: مطبعۃ عیسی البابی الحلبی، سن ندارد)، 1/26-27۔

14 راتب النابلسی، علامہ، موسوعة الاعجاز العلمی فی القرآن والسنة، (دمشق: دار مکتبی، 2005ء)، 1/14۔

15 مجلۃ "العلميون"، جون 1997ء، ص48۔

16 محمد سید جبریل، ڈاکٹر، عناية المسلمين بابراز وجوه الإعجاز في القرآن الكريم، (مدینۃ منورۃ: مجمع الملک فہد لطباعۃ المصحف الشریف، سن ندارد)، ص61۔

17 یہ اعتراض امام شاطبی نے اپنی کتاب "الموافقات" میں اور علامہ زرقانی نے "مناہل العرفان فی علوم القرآن میں بھی کیا ہے۔

18 سورۃ النمل 27:1-2۔

19 اس اعتراض کو ڈاکٹر عبد الحمید بن محمد وعلان نے اپنی تحقیق "الآيات الكونية، ص:131،" میں اٹھایا ہے۔

20 اس اعتراض کو مولانا وحید الدین خان نے اپنی کتاب "مذہب اور جدید چیلنج، مکتبہ الرسالہ، نئی دہلی، 1997ء، ص:28" میں قلم بند کیا ہے۔

21 وعلان، الآيات الكونيه، ص132۔

22 محمود شلتوت، ڈاکٹر، تفسير القرآن، (قاہرۃ: دار الشروق، سن ندارد)، ص12-13۔

23 صالح بن فوزان، ڈاکٹر، حكم تفسير القرآن بنظريات علمية حديثة، مقالہ ضمن مجلۃ الدعوۃ، 1447، محرم 1421ھ، ص23۔

24 رومی، دراسات فى علوم القرآن، ص294۔

25 ایضاً۔

26 محمود شلتوت، تفسير القرآن، ص11-14۔

27 سورۃ الانعام 6:38۔

28 سورۃ النحل 89:16۔

29 سورۃ الزلزال 99:8-7۔

30 محمد فرید وجدی، ڈاکٹر، الإسلام في عصر العلم، (بیروت: الکتاب اللبنانی، سن ندارد)، ص369۔

31 الطبرانی، ابو القاسم سلیمان بن احمد، المعجم الكبير، (قاہرۃ: مکتبہ ابن تیمیہ، 1994ء)، 9/135۔

32 رومی، دراسات فى علوم القرآن، ص293۔

33 الرازی، فخر الدین محمد بن عمر، التفسير الكبير، (بیروت: دار احیاء التراث العلمی، 1420ھ)، 4/121۔

34 الغمراوی، محمد احمد، الدکتور، الإسلام في عصر العلم، (قاہرۃ: مطبعۃ السعادۃ، 1974ء)، ص222۔

35 رومی، دراسات فى علوم القرآن، ص293۔

36 تفصیل کے لیے دیکھیں: الذہبی، التفسير والمفسرون، 2/493؛ الزرقانی، مناہل العرفان، 2/276۔